علامہ عبد الباقی بن قانعؒ کی حیات و علمی خدمات

The Life and Scholarly Contributions of Allāmah ʿAbd al-Bāqī ibn Qāni

Dr. Hafiz Saeed Ur Rehman
Assistant Professor, Department of Seerat Studies,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: saeed.rehman@aiou.edu.pk

Abstract

This research article provides a comprehensive scholarly analysis of the life, intellectual contributions, and traditionary status of Allama Abdul Baqi ibn Qani' al-Baghdadi (d. 351 AH), a prominent Muhaddith, jurist, and historian of the Abbasid era. Born in Baghdad in 265 AH, Ibn Qani' was raised in a family of profound learning and embarked on extensive academic journeys across major Islamic scientific centers, including Kufa, Basra, and Wāsiṭ, to seek Prophetic traditions. Renowned as a prolific traveler and an expert in Hadith (Wasi' al-Rihlah), his scholarship attracted distinguished students such as Al-Daraqutni and Al-Jassas.

The study critically examines his literary legacy, specifically focusing on his seminal work, Mu'jam al-Sahaba, and addresses the scholarly debates regarding his reliability as a narrator. While certain critics noted a decline in his memory (Ikhtilat) during the final two years of his life, this paper argues, through a synthesis of historical evidence and biographical evaluations by Ibn Hajar and Al-Dhahabi, that his earlier narrations remain authoritative and widely accepted within the Hadith sciences. Ultimately, the research underscores Ibn Qani's pivotal role in preserving Islamic heritage and vindicates his status as a trustworthy guardian of the prophetic tradition.

Keywords: Ibn Qani', Mu'jam al-Sahaba, Hadith Sciences, Baghdad Scholars, Narrator Reliability (Jarh wa Ta'dil), Ikhtilat

علمِ حدیث کی تاریخ میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں فنِ اسماء الرجال اور تدوینِ حدیث کے حوالے سے گراں قدر کام سرانجام دیا گیا۔ اسی عہدِ زریں کی ایک ممتاز علمی شخصیت علامہ عبد الباقی بن قانع البغدادی (المتوفی 351ھ) ہیں، جو بیک وقت ایک جلیل القدر محدث، فقیہ، مورخ اور قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ ابنِ قانع نے ایک ایسے علمی و دینی گھرانے میں پرورش پائی جہاں حدیث اور فقہ

کا چرچا عام تھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے انتہائی صغر سنی میں ہی حصولِ علم کے لیے بڑے بڑے محدثین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔

آپ کی علمی پیاس نے آپ کو محض بغداد تک محدود نہیں رکھا، بلکہ آپ نے کوفہ، بصرہ، واسط، تستر اور جندیسابور جیسے علمی مراکز کے طویل اسفار کیے تاکہ حدیثِ رسول ﷺ کے چشموں سے فیض یاب ہو سکیں۔ علامہ ذہبی اور سیوطی نے آپ کے ان علمی اسفار کی کثرت کی بنا پر آپ کو "واسع الرحلة" اور حدیث کا ماہر قرار دیا ہے۔ ابنِ قانع کی علمی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دار قطنی، ابو بکر الجصاص اور امام حاکم جیسی عبقری شخصیات آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ علامہ ابنِ قانع کی حیات کے مخفی گوشوں، ان کی علمی خدمات، خاص طور پر ان کی مایہ ناز تصنیف 'معجم الصحابہ' اور ان کی ثقاہت کے حوالے سے محدثین کی آراء کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد ان پر ہونے والی بعض جرح کی حقیقت کو واضح کرنا اور علمِ حدیث میں ان کے حقیقی مقام و مرتبہ کا تعین کرنا ہے۔

1. نام و نسب

ابن قانع کا نام عبد الباقی اور کنیت ابو الحسین ہے۔ آپ کا نسب عبد الباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق اموی بغدادی ہے۔ علمی دنیا میں ابن قانع کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ابن ابی الشوارب کے موالی میں سے ہیں اور اپنے دور کے مشہور قاضی گزرے ہیں (1)۔

2. پیدائش و نشوونما

پیدائش

ابن قانع 25 ذوالقعدہ 265ھ کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عمر محمد بن علی کی کتاب میں پڑھا، وہ فرماتے ہیں مجھے عبد الباقی بن قانع نے کہا کہ وہ 265ھ میں ذوالقعدہ کے مہینے میں پیدا ہوئے اور اس وقت ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں (2)۔ یہی صحیح اور مشہور قول ہے۔

ابن ابی الفوارس نے اپنی کتاب " التاریخ والوفیات " میں کہا ہے کہ ابن قانع 266ھ میں پیدا ہوئے ہیں (3)۔ مذکورہ دونوں اقوال میں جمع اس طور پر ممکن ہے کہ 265ھ کے اواخر یا 266ھ کے شروع کی کسی تاریخ میں پیدا ہوئے ہیں۔

بابانی نے بغیر استناد کے کہاہے کہ ابن قانع 295ھ میں پیدا ہوئے (4)۔ یہ قول بظاہر درست نہیں ہے کیونکہ ان کے علاوہ کسی اور نے یہ قول نقل نہیں کیا۔ مزید بر آں بابانی نے کہاہے کہ ابن قانع نے معجم الشیوخ کے نام سے کتاب لکھی ہے حالانکہ ابن قانع کے مشہور تذکرہ نگاروں کے مطابق ابن قانع نے اس نام سے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ لگتا یہی ہے کہ بابانی سے تسامح ہوا ہے یا پھر یہ کتابت کی غلطی ہے۔

علمی نشوونما اور خاندان

ابن قانع نے ایک دینی اور علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اس گھرانے کے دینی اور علمی ہونے پر یہ بات کافی ہے کہ اس گھر میں دو عظیم محدث، مورخ اور قاضی بیک وقت موجود تھے۔ ان میں سے ایک عبد الباقی بن قانع اور دوسرے ان کے بھائی احمد بن قانع تھے۔ احمد بن قانع اپنے بھائی سے سات سال چھوٹے تھے اور فرائض اور احکام المواریث پر بہترین عبور رکھتے تھے (5)۔ کئی اساتذہ سے دونوں بھائیوں نے اکٹھے علم حدیث حاصل کیا ہے۔

اس دور کے علمی دستور کے مطابق والد نے چھوٹی عمر میں ہی ابن قانع کو پڑھنے کے لیے بھیج دیا۔ آپ نے صغر سنی سے ہی ابن الدورقي سے حدیث کا سماع کیا۔ 276ھ میں جب ابن الدورقی کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر 11 سال یا اس سے کم تھی۔ 13 سال یا اس سے کم عمر میں ابن المھلب سے، 16 سال یا اس سے کم عمر میں ابُو بکر الوزان سے اور محمد بن اسماعیل سے پورے 16 سال کی عمر میں حدیث کا سماع کیا (6)۔ الغرض ابن قانع نے تقریبا بیس سال کی عمر تک کئی اجلہ شیوخ الحدیث سے سماع کر لیا تھا۔

3. فقہی مذہب

ابن قانع کا تعلق فقہ حنفی سے تھا۔ عبد القادر قرشی نے انہیں فقہاء حنفیہ میں شمار کیا ہے (7)۔ عباسی دور حکومت میں بغداد میں قاضی کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ آپ نے اخذ حدیث کے سلسلہ میں تمام شیوخ سے استفادہ کیا ہے چاہے وہ حنفی ہوں یا کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔

4. علم کی تلاش میں اسفار

قرون اولی میں علم دین کے حصول کے لیے سفر کو ضروری سمجھا جاتا تھا اور لوگ طلب علم میں دور دراز کے اسفار کرتے تھے۔ جتنا بڑا عالم ہوتا اسی قدر اس کے علمی اسفار زیادہ ہوتے تھے۔ ابن قانع نے بھی حسب دستور طلب علم کے لیے کئی اسفار کیے یہاں تک کہ ذہبی اور سیوطی نے آپ کے بارے میں کہاہے کہ آپ طلب

علم کے لیے بہت زیادہ اسفار کرنے والے، بہت زیادہ احادیث جاننے والے اور حدیث کے ماہر تھے (8)۔

ابن قانع نے تلاش علم میں سُر من رأی، نہروان، کوفہ، بصرہ، واسط، جُنْدَیْسابُورُ ، تستر اور عسکر مکرم وغیرہ کے اسفار کیے ہیں۔ ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

کوفہ کا سفر

ابن قانع نے طلب علم اور سماع حدیث کے لیے کوفہ کا سفر کیا جہاں علی بن احمد سواق، حسین بن علی الازہر اور علی بن احمد بن معروف وغیرہ جید اساتذہ سے 284ھ میں استفادہ کیا۔ آپ نے معجم الصحابہ میں ان اساتذہ سے روایات بیان کرتے ہوئے کوفہ شہر کا حوالہ دیا ہے (9)۔ ڈاکٹر قوتلائی کے بقول ابن قانع نے کوفہ میں حصول علم کی تاریخ نہیں بتائی بلکہ صرف اساتذہ کے تذکرہ کے بعد کوفہ شہر کا نام لیا ہے (10) لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ آپ نے کوفہ میں حصول تعلیم کی تاریخ از خود معجم الصحابہ میں ذکر کی ہے۔ اپنے استاد احمد بن محمد کندی سہلی سے کوفہ میں روایت کرتے ہوئے 284ھ کی تعیین کی ہے (11)۔

بصرہ کا سفر

آپ نے بصرہ کے جید علماء سے بھی استفادہ کیا ہے۔ معجم الصحابہ میں تقریباً 26 احادیث کی سند بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بصرہ میں اپنے استاذ سے یہ حدیث سنی، لیکن کسی بھی حدیث میں تاریخ کی تحدید نہیں کی (12)۔ آپ کے بصری استاذ محمد بن محمد بن حیان نے 289ھ میں وفات پائی ہے (13)۔ جعفر بن محمد بن اللَّیث تقریباً 300ھ میں فوت ہوئے (14)۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بصرہ میں تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی کے اوئل میں رہے ہیں۔

واسط کا سفر

آپ نے معجم الصحابہ میں دو مقامات پر روایت نقل کرتے ہوئے واسط شہر کا تذکرہ کیا ہے (15)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے تحصیل علم کے لیے واسط شہر کا سفر بھی کیا ہے۔

جُنْدَیْسابُور کا سفر

ابن قانع نے معجم الصحابہ میں ایک مقام پر روایت نقل کرتے ہوئے جُنْدَیْسابُور کا نام لیا ہے (16)۔ آپ نے اس شہر میں سري بن سهل بن علقمة سے پڑھا ہے جن کی وفات 289ھ میں فارس میں ہوئی

ہے[17]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے 289ھ یا اس سے قبل جُنْدَیسابُور میں تعلیم حاصل کی ہے۔

تستر کا سفر

ابن قانع نے معجم الصحابہ میں دو اساتذہ سے روایت نقل کرتے ہوئے تستر شہر کا نام لیا ہے[18]۔

عَسْکَر مُکْرَم کا سفر

تلاش علم میں ابن قانع عسکر مکرم بھی گئے ہیں۔ معجم الصحابہ میں اپنے استاد عبد الوارث بن ابراہیم عسکری سے روایت نقل کرتے ہوئے عسکر مکرم کا ذکر کیا ہے[19]۔ عبد الوارث بن ابراہیم عسکری کی وفات 289ھ میں ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے آپ نے 289ھ یا اس سے قبل عسکر مکرم کا سفر کیا ہے۔

سُر من رآی

ابن قانع نے حصول دین کے لیے سُرمن رأی کا سفر بھی کیا ہے اور 281ھ میں یہاں اپنے استاد محمد بن اسماعیل بن یونس سے روایت نقل کی ہے جس کا تذکرہ معجم الصحابہ میں موجود ہے[20]۔

نہروان

ابن قانع تلاش علم میں نہروان بھی پہنچے اور 285ھ میں یہاں اپنے استاد عباس بن حبیب نہروانی سے حدیث کا سماع کیا، جس کا تذکرہ معجم الصحابہ میں موجود ہے[21]۔

اللور

ابن قانع نے اللور[22] میں بھی اکتساب علم کیا۔ یہاں آپ نے اپنے استاد یزید سکری[23] سے استفادہ کیا۔

سیوطی اور ذہبی کے بقول ابن قانع حصول علم کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، اس لیے آپ کے اس کے علاوہ بھی کئی اسفار ہوں گے۔ آپ کی علمی و محققانہ شخصیت بھی متقاضی ہے کہ آپ کے اسفار ذکر کردہ سے زیادہ ہوں تاہم آپ کی کتب میں سے صرف ذکر کردہ شہروں کا تذکرہ مل سکا ہے۔ ممکن ہے اس سے زیادہ اسفار بھی ہوں۔ واللہ اعلم

.5 وفات

بہترین علمی و عملی زندگی گزارنے کے بعد ابن قانع نے 7 شوال 351ھ کو 86 سال کی عمر میں بغداد میں وفات پائی[24]۔

6. اساتذہ

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ طلب علم کے لیے بہت زیادہ سفر کرنے والے لوگوں میں سے تھے بلکہ یہ اپنے زیادہ اسفار کی وجہ سے علماء میں نمایاں پہچان رکھتے تھے۔ چونکہ آپ نے بہت زیادہ اسفار کیے ہیں اس لیے کئی شیوخ سے استفادہ کیا ہے۔ ذیل میں آپ کے مشہور اساتذہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

عبد اللہ بن احمد دورقی (المتوفی:276ھ)، ابراہیم بن ہیثم بلدی (المتوفی:278ھ)، احمد بن اسحاق وزان (المتوفی: 281ھ)، حارث بن محمد (المتوفی:282ھ)، محمد بن مسلمہ واسطی (المتوفی:282ھ)، علی بن محمد بن عبد الملک (المتوفی:283ھ)، علی بن حسن مقریؒ (المتوفی:284ھ)، قیس بن ابراہیم طوابیقی (المتوفی:284ھ)، اسحاق بن حسن حربی (المتوفی:284ھ)، عبید اللہ بن عبد الواحدی بزار (المتوفی:285ھ)، ابراہیم بن اسحاق حربی (المتوفی: 285ھ)، احمد بن علی خزاز (المتوفی: 286ھ)، اسماعیل بن فضل بلخی (المتوفی: 286ھ)، بشر بن موسی اسدی (المتوفی:288ھ)، معاذ بن مثنی عنبری (المتوفی:288ھ)

7. تلامذہ

علمی اسفار کی کثرت کی وجہ سے جہاں ابن قانع کے اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے وہیں آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی کثیر ہے۔ خطیب بغدادی نے آپ کے شاگردوں میں دار قطنی، مرزبانی، ابو الحسن بن رزقویہ، ابو الحسین بن فضل، عبد العزیز بن محمد بن شبان، احمد بن علی بادا، ابو القاسم بن بشران اور ابو علی بن شاذان کا ذکر کیا ہے (25)۔ ذہبی نے متذکرہ بالا کے علاوہ ابو عبد اللہ حاکم، ابو الحسن حمامی اور جصاص کا وغیرہ کا تذکرہ بھی کیا ہے (26)۔

احمد بن علی، ابو بکر الجصاص الحنفی (المتوفی:370ھ)

آپ بغداد میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ آپ فقہ حنفی کے جید اور مایہ ناز عالم تھے۔ آپ کی کتب میں "احکام القرآن"، "شرح مختصر الکرخی"، "شرح مختصر الطحاوی"، "شرح جامع محمد بن حسن" اور "شرح اسماء الحسنی" وغیرہ شامل ہیں (27)۔ احکام القرآن میں آپ نے کثرت کے ساتھ ابن قانع سے روایات نقل کی ہیں۔

محمد بن عباس بن احمد بن فرات، ابو الحسن (المتوفی:384ھ)

آپ ثقہ حفاظ الحدیث میں سے تھے اور بغداد سے تعلق تھا۔ بقول خطیب آپ نے ایک سو تفاسیر اور ایک سو تاریخ کی کتب لکھی ہیں۔ ابن الفرات کے نام سے مشہور تھے (28)۔

محمد بن عمران، ابو عبید اللہ المرزبانی (المتوفی:384)

آپ اصلاً خراسانی تھے تاہم سکونت بغداد میں تھی اور وہیں وفات پائی۔ ایک مایہ ناز مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ادیب بھی تھے۔ مذہب کے اعتبار سے معتزلی تھے۔ آپ نے شعر، ادب عربی اور تاریخ پر کئی کتب لکھی ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے حافظ شمار ہوتے تھے (29)۔

علی بن عمر، ابو الحسن دار قطنی (المتوفی:385ھ)

آپ اپنے وقت کے حدیث میں امام تھے۔ آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جس نے قراءات کے بارے لکھا۔ آپ دار قطن (بغداد کا محلہ) میں پیدا ہوئے اور بغداد میں وفات پائی۔ آپ کی کتب میں السنن، العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، المجتبی من السنن الماثورۃ، المؤتلف والمختلف، الضعفاء اور اخبار عمرو بن عبید وغیرہ شامل ہیں (30)۔

محمد بن احمد بن محمد بن رزق بغدادی بزار (المتوفی:412ھ)

آپ حدیث کے ثقہ راوی، کثرت سے حدیث کا سماع کرنے والے، بہت زیادہ تلاوت کرنے والے اور اہل بدعت پر شدید رد کرنے والے بے باک عالم دین تھے (31)۔

ابو الحسین، محمد بن حسین ازرق قطان (المتوفی:415ھ)

آپ حدیث کے ثقہ راوی تھے اور دار قطن میں رہتے تھے (32)۔

علی بن احمد مقریٔ حمامی (المتوفی:417ھ)

آپ اپنے وقت میں قراءات کے بڑے عالم دین تھے۔ لوگوں میں مشہور تھا کہ اگر کوئی خراسان کا سفر کرے اور اس کا مقصد حمامی یا ابو احمد فرضی سے سماع ہو تو اس کا سفر ضائع نہیں ہوا (33)۔

حسن بن احمد بن شاذان، ابو علی بزار (المتوفی:426ھ)

آپ حدیث کے ثقہ راوی تھے۔ اشعری مکتبہ فکر سے آپ کا تعلق تھا۔ محمد بن یحیٰ کرمان کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ابن شاذان کی مجلس میں تھے کہ ایک آدمی آیا جسے ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا، اس نے سلام کیا اور پوچھا کہ آپ میں سے ابن شاذان کون ہے؟ ہم نے ابن شاذان کی طرف اشارہ کرکے اسے بتایا۔ اس نے ابن شاذان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابو علی بن شاذان کے بارے میں پوچھو اور جب ان سے ملاقات ہو جائے تو انہیں میرا سلام کہنا۔ ابن شاذان رو دیے اور فرمایا کہ مجھے اپنا کوئی ایسا عمل معلوم نہیں سوائے اس کے کہ میں حدیث بہت زیادہ پڑھتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک

آنے پر بار بار درود شریف پڑھتا ہوں(34)۔

عبد الملک بن محمد بن بشران، ابو القاسم بغدادی (المتوفی:430ھ)

آپ حدیث کے ثقہ راوی اور اپنے وقت میں اہل عراق کے لیے حدیث کے باب میں سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے ابو طالب مکی کے پہلو میں دفن کیا جائے(35)۔

احمد بن محمد، ابو بکر دورقی

آپ نے ابن قانع کے علاوہ احمد بن منیع اور حسین بن علی بن اسود وغیرہ سے بھی کسب فیض کیا ہے۔ آپ سے ابو الفضل زہری، ابن الشخیر صیرفی اور ابو حفص بن شاہن نے مستقیم احادیث نقل کی ہیں(36)۔

8. **تصنیفات**

1۔ **معجم الصحابۃ**

زیر تحریر مقالہ اسی کتاب کی مباحث سیرت پر مشتمل ہے۔ 1418ھ میں صلاح بن سالم المصراتی نے اپنی تحقیق کے ساتھ یہ کتاب مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، مدینہ منورہ سے تین جلدوں میں شائع کی ہے۔ مکتبہ شاملہ میں یہی نسخہ موجود ہے۔

2۔ **الوفیات**

خطیب بغدادی، ابن حجر اور عبد القادر قرشی نے اس کتاب کی نسبت ابن قانع کی طرف کی ہے۔ خطیب بغدادی اور ابن حجر نے اس کتاب سے جا بجا اقتباسات بھی نقل کیے ہیں(37)۔

3۔ **التاریخ**

یہ کتاب مفقود ہے۔ اس کی نسبت ابن خلکان نے ابن قانع کی طرف کی ہے اور اپنی کتاب وفیات الاعیان میں کئی مقامات پر اس کا حوالہ دیا ہے(38)۔

4۔ **کتاب السنن عن اہل البیت**

یہ کتاب مفقود ہے۔ طوسی نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ احمد بن عبدون نے ابو بکر دوری سے نقل کیا ہے کہ ابن قانع کی ایک کتاب ہے جس کا نام کتاب السنن عن اہل البیت ہے(39)۔

5۔ **الفوائد**

یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی اور دمشق کے دار الکتب الظاہریۃ میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔

6۔ حدیث ابی عبید مجاعۃ بن الزبیر بروایۃ ابن قانع

7۔ من حدیث ابن قانع عن شیوخہ

یہ دونوں کتب بھی ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئیں اور دمشق کے دارالکتب الظاہریۃ میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہیں۔ مجموعہ نمبر 118(75-68)(40)۔

9. ابن قانع کے بارے میں علماء کی آراء

ابن قانع کے بارے میں علماء کی دو طرح کی آراء پائی جاتی ہیں۔ علماء کا ایک طبقہ ایک آپ کی مدح اور توثیق و توصیف کرتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ آپ پر تنقید کرتا ہے۔ ذیل میں دونوں قسم کی آراء ذکر کی جاتی ہیں۔

ابن قانع کی توثیق و توصیف کرنے والے علماء

1۔ خطیب بغدادی

"ابن قانع دین کا علم اور فہم رکھنے والے لوگوں میں سے تھے۔ میں نے اپنے اکثر شیوخ کو ابن قانع کی توثیق کرتے ہوئے پایا ہے۔ تاہم آخری عمر میں آپ حافظہ کے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے"(41)۔

2۔ ابن جوزی

"ابن قانع اہل علم و فہم میں سے ایک ثقہ راوی تھے سوائے اس کے کہ آخری عمر میں آپ کے حافظہ میں تغیر آ گیا تھا"(42)۔

3۔ ابن فتحون

"اگرچہ ابن قانع کی طرف بہت سے اوہام، ضعیف اسانید اور منکر متون منسوب ہیں مگر اس کے باوجود ان سے اجلہ علماء نے روایات نقل کی ہیں اور انہیں حافظ کہا ہے"(43)۔

4۔ ذہبی

"ابن قانع حافظ، عالم اور مصنف تھے۔ (علم حدیث کے لیے) آپ بہت زیادہ سفر کرنے والے، حدیث کا بہت زیادہ علم رکھنے والے اور علم حدیث کے ماہر تھے"(44)۔

5۔ ابن ناصر الدین

"محدثین کی ایک جماعت نے ابن قانع کو ثقہ کہا ہے۔ تاہم وفات سے دو سال قبل آپ کا حافظہ اختلاط کا شکار ہو گیا تھا"(45)۔

6۔ابن کثیر

"ابن قانع ثقہ، امین اور حافظ الحدیث تھے تاہم آخری عمر میں حافظ میں تغیر پیدا ہو گیا تھا"(46)۔

7۔البانی

"ابن قانع ثقہ اور حافظ ہیں تاہم (آخری عمر میں) حافظہ کے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے"(47)۔

ابن قانع پر جرح کرنے والے علماء کی آراء

1۔ابو بکر بن عبدان

"ابن قانع کی نقل کردہ روایت کو صحیح میں داخل نہیں کیا جائے گا"(48)۔

اس قول کے مطابق ابن قانع کی نقل کردہ روایت صحیح نہیں ہو سکتی تاہم اس سے نیچے حسن اور ضعیف وغیرہ ہو سکتی ہے۔ ابن عبدان کی طرف سے ابن قانع پر یہ جرح مبہم ہے کہ اس کا کوئی سبب نہیں بتایا گیا۔ اس کے برعکس ابن قانع کے علاقہ کے علماء نے آپ کی توثیق و توصیف کی ہے۔ چونکہ یہ جرح مبہم ہے اس لیے معتبر نہیں ہے۔

2۔دار قطنی

"اگرچہ ابن قانع حافظ اور عالم تھے مگر خطاء کرتے تھے اور پھر اس پہ اصرار بھی کرتے تھے"(49)۔

اگر دیکھا جائے تو بعض متفق علیہ ثقہ علماء بھی اپنی بات پہ ڈٹ جاتے تھے اور رجوع نہیں کرتے تھے جیسے سعید بن منصور ہیں۔ ابن قانع بھی اپنے حافظہ اور ثقاہت پر اعتماد کر کے ڈٹ جاتے ہوں گے اس لیے یہ چیز کسی راوی کے کمزور ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

3۔ابو بکر البرقانی

"ابن قانع کی حدیث میں نکارت ہے۔ بغداد کے علماء اگرچہ ابن قانع کو ثقہ کہتے ہیں مگر ہمارے نزدیک وہ ضعیف ہیں"(50)۔

ابن عبدان کی طرح ابو بکر برقانی نے بھی مبہم جرح کی ہے اور ضعف کا کوئی سبب نہیں بتایا۔ برقانی کا قول نقل کرنے کے بعد خطیب بغدادی نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ برقانی نے (بغیر کسی سبب کے) کس بنیاد پر ابن قانع کو ضعیف کہا ہے۔ مزید یہ کہ اہل علاقہ کسی بھی آدمی کے بارے میں دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں اور اہل علاقہ یعنی بغداد کے لوگ ابن قانع کی توثیق کرتے تھے۔

جہاں تک حافظہ کے اختلاط کے باعث روای کے ضعیف ہونے کا معاملہ ہے تو اس میں تفصیل ہے۔ بقول ابن حجر اختلاط سے پہلے جو روایات نقل کی جائیں وہ مقبول ہیں بشر طیکہ نقل کرنے والا اختلاط کی پہچان کر سکتا ہو۔ اگر ناقل کو اختلاط کی تمیز نہیں تو ایسی روایات میں توقف کیا جائے گا۔ اسی طرح جس روایت کے بارے میں اشتباہ ہو جائے کہ وہ زمانہ اختلاط سے پہلے یا بعد کی ہے تو اس کے بارے میں بھی توقف کیا جائے گا۔ تاہم اختلاط کے بعد کی روایات مقبول نہیں ہوں گی الا یہ کہ اختلاط والی روایات دیگر ثقات کی روایات کے موافق ہوں۔ اس صورت حال میں اختلاط والی حالت ایک ثقہ کی خطاء کی طرح ہو گی(51)۔ ابن قانع کی معجم الصحابہ میں مروی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں۔ ابن قانع کے شاگرد اور اس کتاب کے راوی ابو الحسن علی المعروف ابن الحمامی فرماتے ہیں کہ قاضی عبد الباقی بن قانع نے 347ھ میں ہمیں روایت نقل کی۔ ابن قانع کو وفات(351ھ) سے دو سال قبل اختلاط لاحق ہوا تھا جو کہ 349ھ بنتا ہے جبکہ اس کتاب کی روایت اختلاط سے دو سال قبل 347ھ کی ہے۔ اس لیے معجم الصحابہ کی روایات اختلاط سے پہلے ہونے کی وجہ سے مقبول ہیں اور ابن قانع کو مختلط کہہ کر مطلقاً ان کی روایات کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔

4۔ ابن حزم

" ابن قانع وفات سے ایک سال قبل اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ آپ منکر الحدیث ہیں، تمام اصحاب حدیث نے آپ کو ترک کیا ہے "(52)۔

ابن حزم کی اس بات کا ابن حجر نے بھرپور رد کیا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق اصحاب حدیث میں سے کسی نے بھی ابن قانع کی حدیث کو ترک نہیں کیا تاہم یہ بات صحیح ہے کہ آخری وقت میں ابن قانع کے حافظہ میں اختلاط آ گیا تھا جس کے باعث اصحاب حدیث نے اس حالت میں روایت نقل کرنے سے اجتناب کیا ہے(53)۔

ابن حزم کی جرح مطلقاً مقبول نہیں کیونکہ وہ جرح کے معاملہ میں بہت متشدد تھے۔ ذہبی فرماتے ہیں کہ علماء کے معاملہ میں زبان کو بے لگام کرنے کے باعث ابن حزم پر بہت آزمائشیں آئیں اور انہیں اپنے علاقہ سے نکالا گیا۔ کئی لوگوں نے ان سے مناظرے کیے اور ان کی کتب جلائی گئیں۔ ابن عریف فرماتے ہیں کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار بہنیں ہیں(54)۔

حقیقت یہ ہے کہ دیگر طبقات نگار اور مورخین کی طرح ابن قانع نے بھی اپنی کتاب میں صحیح روایات کا

التزام یا اصح مافی الباب کا اہتمام نہیں کیا بلکہ مختلف صحابہ کرام سے روایات نقل کی ہیں جس سے ان کی صحابیت واضح ہوتی ہو۔ ہر روایت کی سند ذکر کی ہے تا کہ صحت اور سقم کا پتہ چل سکے۔ اس لیے اس کتاب پر اس طور پر نقد کرنا کہ اس میں تمام احادیث صحیح نہیں یا اصح مافی الباب نہیں اور اس بنیاد پر اسے ترک کرنا درست نہیں ہے۔

5۔ابن فتحون

"میرے علم کے مطابق ابن قانع سے زیادہ کسی کی طرف اوہام کی نسبت نہیں کی گئی، ان سے زیادہ کسی نے کمزور اسناد ذکر نہیں کیں اور ان سے زیادہ منکر متون کسی نے ذکر نہیں کیے مگر اس کے باوجود اجلہ محدثین نے ان سے روایت نقل کی ہے اور انہیں حافظ کہا ہے۔ ان میں نمایاں نام ابو الحسن دار قطنی کا ہے۔ مجھے ابو علی صدفی نے کہا کہ معجم الصحابہ لابن قانع میں بہت سے اوہام ہیں۔ اگر آپ کو اتنی فراغت ہو کہ اس پر تنبیہ لکھ سکو تو ضرور لکھو۔ چنانچہ میں نے وہ تنبیہ لکھی اور اس کا نام رکھا، الاعلام والتعریف بما لابن قانع فی معجمہ من الاوہام والتصحیف "(55)۔

ابن قانع کی طرف جو اوہام منسوب ہیں وہ محض خطاء اجتہادی ہیں جو کہ حال کے مشتبہ ہونے یا دلیل کے مخفی ہونے کے باعث پیدا ہوئے اور علمی روایت میں یہ چیز باعث طعن نہیں بلکہ اس طرح تو کبار حفاظ کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ علامہ ابنِ قانع بغداد کے ان اجلہ محدثین میں سے ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی خدمتِ حدیث کے لیے وقف کر دی۔ اگرچہ ان کی زندگی کے آخری دو سالوں میں حافظے کے اختلاط (تغیر) کا تذکرہ ملتا ہے، جس کی بنا پر بعض نقاد نے ان پر جرح کی، تاہم محققین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ اختلاط سے قبل کی ان کی مرویات، جیسے 'معجم الصحابہ' کی احادیث، مکمل طور پر معتبر اور مقبول ہیں۔ ابنِ حزم جیسے ناقدین کی سخت جرح کو ائمہِ فن نے ان کے مخصوص مزاج کی بنا پر رد کر دیا ہے۔ ابنِ قانع کا علمی ورثہ، بالخصوص ان کی تصانیف، آج بھی طالبانِ علم کے لیے مشعلِ راہ ہیں اور ان کی فقہی و حدیثی خدمات انہیں تاریخ کے معتبر ائمہ کی صف میں ممتاز کرتی ہیں۔

حواشی:

(1) دیکھیے ، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى : 748ھ)، سير أعلام النبلاء(بيروت : مؤسسة الرسالة ،1405ھ ، 1985ء)،ج15ص526۔ / أحمد بن علي بن محمد بن أحمد العسقلاني، ابن حجر، أبو الفضل (المتوفى: 852ھ)، لسان الميزان (انڈیا: دائرة المعرف النظامية، 1390ھ ـ1971م)، ج 3 ص383۔

(2) أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي، الخطيب البغدادي (المتوفى: 463ھ)، تاريخ بغداد(بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1422ھ - 2002 م)، ج12ص375۔

(3) ابن ابی الفوارس کی مذکورہ کتاب مفقود ہے۔ ابن ابی الفوارس کا یہ قول ابن حجر نے نقل کیا ہے۔ دیکھیے ، ابن حجر، لسان الميزان ، ج3 ص 384۔

(4) إسماعيل بن محمد أمين بن مير سليم البغدادي، الباباني (المتوفى: 1399ھ) ، هدية العارفين أسماء المؤلفين وآثار المصنفين (لبنان : دار إحياء التراث العربي)، ج1ص495۔

(5) دیکھیے ،خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد،ج5ص584۔

(6) ابن قانع فرماتے ہیں حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يُونُسَ، بِسُرْ من رأى سَنَةَ إِحْدَى وَثَمَانِينَ وَمِائَتَيْنِ(أبو الحسين عبد الباقي بن قانع بن مرزوق بن واثق البغدادي (المتوفى: 351ھ)،معجم الصحابه،تحقيق صلاح بن سالم المصراتي (المنورة : مكتبة الغرباء الأثرية - المدينة ، 1418ھ) ، ج1ص104) یعنی اپنے اس استاذ سے ابن قانع نے 281 ھ میں حدیث سنی اس وقت ابن قانع کی عمر 16 سال بنتی ہے ۔

(7) دیکھیے ، عبد القادر بن محمد القرشي ، محيي الدين الحنفي (المتوفى: 775ھ)، الجواهر المضية في طبقات الحنفية (كراتشي: مير محمد كتب خانه)، ج1 ص 293 ۔

(8) ذہبی صاحب فرماتے ہیں"وَكَانَ وَاسِع الرِّحْلَة, كَثِيْرَ الحَدِيْث, بَصِيْراً بِهِ"(سير أعلام النبلاء۔ ج12 ص97۔) علامہ سیوطی فرماتے ہیں "وَاسع الرحلة كثير الحَدِيث" دیکھیے ، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ)، طبقات الحفاظ(بيروت: دار الكتب العلمية ، 1403ھ)، ص362۔

(9) مثلاً حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ السَّوَّاقُ بِالْكُوفَةِ (معجم الصحابه، ج1ص 166)حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَزْهَرِ السُّلَمِيُّ بِالْكُوفَةِ (ایضاً، ج 1ص321)حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَعْرُوفٍ، بِالْكُوفَةِ (ایضاً، ج 2ص 145) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ أَبُو مُوسَى وَرَّاقُ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ بِالْكُوفَةِ (ایضاً، ج 2ص 371)

(10) ابن قانع ، معجم الصحابه ، ج1ص18۔

(11) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْكِنْدِيُّ السُّهَيْلِيُّ بِالْكُوفَةِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَثَمَانِينَ وَمِائَتَيْنِ (ابن قانع ،معجم الصحابه، ج 3ص25)

(12) مثلاً حَدَّثَنَا دَرَّانُ بْنُ سُفْيَانَ الْقَطَّانُ بِالْبَصْرَةِ (معجم الصحابه، ج 3ص 210)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَيَّانَ التَّمَّارُ بِالْبَصْرَةِ (ایضاً،ج3ص 236) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ النِّيلِيُّ، بِالْبَصْرَةِ

(ایضاً،ج1ص7) حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اللَّيْثِ الزِّيَادِيُّ بِالْبَصْرَةِ (ایضاً،ج1ص15) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ الضَّبِّيُّ بِالْبَصْرَةِ (ایضاً،ج1ص160) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عذيرٍ بِالْبَصْرَةَ (ایضاً،ج1ص189) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ النَّضْرِ الْعَامِرِيُّ بِالْبَصْرَةِ (ایضاً،ج1ص195) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَنْبَرٍ بِالْبَصْرَةِ (ایضاً،ج1ص209)

(13) دیکھیے، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748ھ) ، تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام(بيروت: دار الغرب الإسلامي،2003 م)، ج6ص823۔

(14) دیکھیے ، ذہبی ، تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، ج6ص294۔

(15) مثلاً حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ جَالَوَيْهِ، بِوَاسِطَ (معجم الصحابه، ج 2ص 305)حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالَوَيْهِ الْوَاسِطِيُّ بِوَاسِطٍ (ایضاً، ج 1/ 140)

(16) مثلاً حَدَّثَنَا السَّرِيُّ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَلْقَمَةَ بِجُنْدَيْسَابُورَ (ایضاً،ج 1ص 280)

(17) دیکھیے،أبو الطيب المنصوري ، نايف بن صلاح بن علي ، إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني(الإمارات: مكتبة ابن تيمية)،ص317۔

(18) مثلاً حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحُسَيْنِ الصَّابُونِيُّ بِتُسْتَرَ (معجم الصحابه، ج 2ص97)حَدَّثَنَا أَبُو سَيَّارٍ أَحْمَدُ بْنُ حَمُّوَيَةَ التُّسْتَرِيُّ بِتُسْتَرَ (ایضاً، ج 2ص 101)

(19) مثلاً حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْعَسْكَرِيُّ بِعَسْكَرِ مُكْرَمٍ (ایضاً، ج 1ص 162)

(20) مثلاً حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يُونُسَ، بِسُرَّمَرَّى سَنَةَ إِحْدَى وَثَمَانِينَ وَمِائَتَيْنِ (ایضاً، 1ص 104)

(21) مثلاً حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ حَبِيبٍ النَّهْرَوَانِيُّ بِالنَّهْرَوَانِ سَنَةَ خَمْسٍ وَثَمَانِينَ وَمِائَتَيْنِ (ایضاً، ج 1ص 178)

(22) خوزستان اور اصبہان کے درمیان میں ایک وسیع علاقہ ہے جسے اللور کہتے ہیں۔ یہ خوزستان کی عملداری میں آتا ہے۔ اللور کو اللر بھی کہا جاتا ہے۔ اس علاقہ کا اکثر حصہ پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ دیکھیے، حموی ، معجم البلدان ، ج 5ص25۔

(23) مثلاً حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَزِيدَ السُّكَّرِيُّ، بِاللَّوْرِ(معجم الصحابة ، ج2ص 247)

(24) دیکھیے ،خطیب بغدادی ، تاريخ بغداد،ج12ص 375۔

(25) خطیب بغدادی ، تاريخ بغداد ، ج12ص 375۔

(26) ذہبی ، سير أعلام النبلاء، ج 15ص527۔

(27) زرکلی ، الأعلام ، ج1ص171۔

(28) ایضاً، ج6ص183۔

(29) ایضاً، ج6ص 319۔

(30) ایضاً، ج4ص 314۔

(31) ذہبی ،سير أعلام النبلاء،ج15ص 527۔

(32) خطیب بغدادی ، تاريخ بغداد، ج3ص 44۔

(33) ایضاً، ج13ص 232۔

(34) ایضاً ، ج8ص 223۔

(35) ذہبی ، **تاریخ الإسلام**، ج9ص 476۔

(36) خطیب بغدادی ، **تاریخ بغداد** ، ج6ص 305۔

(37) أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: 463هـ)، **السابق واللاحق في تباعد ما بين وفاة راويين عن شيخ واحد** (الرياض: دار الصميعي،1421هـ)،ص26۔ / أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)،**تهذيب التهذيب** (الهند: مطبعة دائرة المعارف النظامية ، 1326هـ)، ج1ص202۔/ عبدالقادرقرشی، **الجواهر المضية في طبقات الحنفية** ، ج1ص 163۔

(38) أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي (المتوفى: 681هـ)،**وفيات الأعيان و أنباء أبناء الزمان** (بيروت: دار صادر،1994) ،ج2ص 248۔

(39) ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (المتوفى :460هـ)، الفہرست(مؤسسة نشر الفقاية، ط 1422هـ)، ص 195۔

(40) دكتور محمد بن تركي التركي،عدة مصنفات(مخطوطة) حديثية۔

(41) خطیب بغدادی ،تاریخ بغداد، ج12ص 375۔

(42) جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ)،المنتظم في تاريخ الأمم والملوك (بيروت: دار الكتب العلمية، 1412هـ،1992 م)،ج14ص147۔

(43) ابن حجر ، لسان المیزان، ج3ص 384۔

(44) شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748هـ)، تذكرة الحفاظ (بيروت: دار الكتب العلمية ، 1419هـ)، ج3ص 66۔ / ذہبی ، سیر أعلام النبلاء،ج15ص527۔

(45) عبد الحي بن أحمد بن محمد ابن العماد العَكري الحنبلي، أبو الفلاح (المتوفى: 1089هـ)،شذرات الذهب في أخبار من ذهب(بيروت: دار ابن كثير، 1406 هـ)، ج4ص271۔

(46) أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774هـ)، البداية والنهاية (بيروت: دار الفكر1407هـ) ، ج11ص242۔

(47) أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين بن الحاج نوح ، الأشقودري الألباني (المتوفى: 1420هـ) ،فہرس مخطوطات دار الكتب الظاہرية، المنتخب من مخطوطات الحديث(رياض :مكتبة المعارف للنشر والتوزيع ،2001)، ص 132۔

(48) خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، ج12ص375۔

(49) ایضاً ، محولہ بالا۔

[50] خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد، ج12ص375۔

[51] ابن حجر ، نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر، ص104۔

[52] ابن حجر ، لسان الميزان، ج5ص 51۔

[53] ایضا، محولہ بالا

[54] ذہبی ، سير أعلام النبلاء، ج18ص198۔

[55] ابن حجر ، لسان الميزان، ج5ص51۔